جلد ۱۳

ظہور ۱۳۵۱ ھش

اگست ۱۹۵۲ء

شمارہ ۸

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ بچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ظہور ۱۳۵۱ ہش

رجب ۱۳۹۲ ہجری اگست ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

قیمت سالانہ آٹھ روپے

فی پرچہ چھ پیسے

فہرست مضامین

• پبلشر ...... چوہدری محمد ابراہیم

• مطبع ...... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقامِ اشاعت ...... دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸

ظہور ۱۳۵۱ ہش

اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا سب سے اہم اور سب سے مقدم ذریعہ

تعلیماتِ حقّہ قرآنی کی ہر قوم اور ہر ملک میں اشاعت اور ان کی ترویج

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں غلبۂ اسلام کے از سرِ نو قیام کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا، وہاں آپ نے اسلام کو غالب کرنے کے سب سے اہم اور سب سے مقدم ذریعہ پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ وہ ذریعہ تعلیماتِ حقّہ قرآنی کی ہر قوم اور ہر ملک میں اشاعت اور ان کی ترویج ہے اور اب خدا تعالیٰ نے بھی ارادہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی اور آپ کی قائم کردہ جماعت کی وساطت سے غلبۂ اسلام کے اس سب سے اہم اور سب سے مقدم ذریعہ کو بروئے کار لا کر اسلام کو از سرِ نو دنیا میں غالب کرے۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تقدیرِ خاص کے ماتحت اس ذریعہ کے بروئے کار آنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"خداوند تعالیٰ نے اِس احقر العباد کو اِس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشانِ آسمانی اور خوارقِ غیبی اور معارف و حقائق عطا فرما کر اور صدہا دلائلِ عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمائے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۷۴، ۵۷۵ حاشیہ در حاشیہ ۳)

حقیقت یہی ہے کہ مسلمانوں پر ادبار اسی لئے آیا تھا اور ان کے ادبار کی وجہ سے دنیا میں اسلام کو ضعف اسی لئے پہنچا تھا کہ مسلمانوں نے قرآنی تعلیم کو بھلا دیا تھا اور اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو اس کی انقلاب انگیز تاثیرات اور اس کے عظیم الشان انوار و برکات سے محروم کر لیا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن مجید کی کامل پیروی اور اتباع کی انقلاب انگیز تاثیرات اس کے انوار و برکات اور اس کے علوم و معارف سے مالامال فرما کر آپ کو اس کام پر مامور فرمایا کہ آپ اپنے وجود کو پیش کر کے دنیا پر قرآنی علوم و معارف اور اس کی حیرت انگیز تاثیرات کو آشکار کریں اور دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک میں تعلیماتِ حقہ قرآنی کی اشاعت و ترویج کی راہ ہموار فرما دیں۔

چنانچہ آپ نے قرآنِ مجید کے ایک زندہ اور زندگی بخش کتاب ہونے کا درخشندہ ثبوت پیش کرتے ہوئے ایک دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اللہ جل شانہ کا یہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے سو آؤ جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے وہ قرآن شریف ہے جس کی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہامات پاتے ہیں اور تادم مرگ رحمت اور برکت ان کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ سو یہ خاکسار اسی آفتابِ حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔" (شحنۂ حق صفحہ ۴۲)

خود اپنے وجود کو قرآن مجید کی صدہا روحانی خاصیتوں اور انقلاب انگیز تاثیروں کے ایک زندہ و درخشندہ و تابندہ ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے علاوہ آپ نے دنیا پر بڑی تحدّی کے ساتھ اس امر کو آشکار فرمایا کہ قرآنِ مجید تمام صداقتوں کا جامع ہے۔ نیز چیلنج کیا کہ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ فلاں فلاں صداقتیں قرآن میں نہیں پائی جاتیں تو میں ان صداقتوں کو قرآن سے نکال کر دکھانے کو تیار ہوں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"میرا دعوٰے ہے کہ تمام صداقتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اگر کوئی مدعی ایسی صداقتیں پیش کرے کہ وہ قرآن میں نہیں تو میں اسے نکال کر دکھانے کو تیار ہوں۔ اسلامی شریعت نے وہ مسائل لئے ہیں جو طبعی اور فطرتی طور پر انسان کے لئے مطلوب ہیں اور جو ہر پہلو سے اس کے قویٰ کی تربیت کرتے ہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔" (الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء)

اللہ تعالیٰ نے اِس دعویٰ کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے آپ پر قرآنی حقائق و معارف کا اس کثرت سے انکشاف فرمایا اور آپ نے انہیں اِس کثرت کے ساتھ پھیلایا کہ تمام مذاہب کے پیرو آپ کے مقابلہ میں دینی سچائیاں ظاہر

کرنے اور اپنی اپنی مذہبی کتاب سے ایسے حقائق و معارف نکال کر دکھانے سے عاجز آگئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی پہلے سے دی ہوئی خبروں کے موجب آپ نے ان کے اس عجز کا اپنی ایک کتاب میں بطور خاص ذکر کیا۔ آپ نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں اپنے بعض عربی الہامات اور ان کا عربی ترجمہ درج کرنے کے بعد رقم فرمایا:۔

"ان تمام الہامات میں یہ پیشگوئی تھی کہ خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے اور میرے ہی ذریعہ سے دین اسلام کی سچائی اور تمام مخالف دینوں کا باطل ہونا ثابت کر دے گا۔ سو آج وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ کیونکہ میرے مقابل کسی مخالف کو تاب و تواں نہیں کہ اپنے دین کی سچائی ثابت کر سکے میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور میرے قلم سے قرآنی حقائق اور معارف چمک رہے ہیں۔ اٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا یہودیوں میں سے یا کسی اور فرقہ میں سے ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کے دکھلانے اور معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔ میں وہی ہوں جس کی نسبت یہ حدیث صحاح میں موجود ہے کہ اس کے عہد میں تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں گی مگر اسلام کہ وہ ایسا چمکے گا جو درمیانی زمانہ میں کبھی نہ چمکا ہوگا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۲۱ تا صفحہ ۱۲۲)

قرآن مجید کے زندہ اور زندگی بخش کتاب ہونے کا اپنے وجود میں زندہ اور درخشندہ و تابندہ ثبوت پیش کرنے اور اپنی بیش بہا کتب و ملفوظات میں قرآنی علوم و معارف کے دریا بہانے اور دیگر ادیان کے پیروؤں کو حقائق و معارف میں عاجز کر دکھانے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متبعین پر یہ امر بڑی شدومد کے ساتھ واضح فرمایا کہ وہ عشق قرآن سے سرشار ہو کر اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھیں اور خود اس کے حقائق و معارف سے بہرہ ور ہو کر اور اپنی زندگیوں میں اس کی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کر کے دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک میں تعلیمات حقہ قرآنی کی اشاعت اور ترویج میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

۱۔ "تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی۔ اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں

دی گئی اگر یہی توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل میں ظاہر ہوا جو ایک کمزور اور ضعیف جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں گرتے گئے اور روحانیت باقی نہ رہی کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا۔ مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام آسمان کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری او رمعنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔" (کشتی نوح)

علاوہ ازیں آپ نے یہ واضح کرتے ہوئے کہ قیامت تک روئے زمین پر پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے لئے قرآن کی اتباع ضروری ہے، انہیں پُر زور تلقین فرمائی کہ وہ قرآن کو مہجور کی طرح نہ چھوڑیں بلکہ خود اس پر بدل وجان عمل پیرا ہو کر اس کے پیغام کو ساری دنیا میں پھیلائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:-

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبّت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔" (کشتی نوحؑ)

مزید براں آپ نے اپنے متبعین پر واضح فرمایا کہ وہ قرآن کو ہاتھ میں لے کر دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم

کو مغلوب و لاجواب کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہلِ زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یورپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں، وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ و قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔" (ازالۂ اوہام ص۱۵۵)

اس طرح دنیا میں تعلیماتِ حقہ قرآنی کی ہر قوم اور ہر ملک میں اشاعت اور ان کی ترویج کی اہمیت واضح کرنے کے علاوہ آپ نے قرآن مجید کے دنیا بھر میں غالب آنے کی نہایت پُر شوکت الفاظ میں پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اب وہ (یعنی قرآن شریف ناقل) ایک جنگی بہادر کی طرح نکلے گا، ہاں وہ ایک شیر کی طرح میدان میں آئے گا اور دنیا کے تمام فلسفہ کو کھا جائے گا اور اپنا غلبہ دکھائے گا اور لیظھرہٗ علی الدّین کلّہ کی پیشگوئی پوری کر دے گا اور پیشگوئی ولیمکننّ لھم دینھم کو روحانی نور سے کمال تک پہنچائے گا کیونکہ دین کا زمین پر بوجہ کمال قائم ہو جانا محض جبر و اکراہ سے ممکن نہیں۔ دین اُس وقت زمین پر قائم ہوتا ہے کہ جب اس کے مقابل پر کوئی دین کھڑا نہ رہے اور تمام مخالف سپر ڈال دیں۔ سو اب وہی وقت آگیا ...... اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کرے گا یہاں تک کہ لوگ قبول کرتے کرتے تھک جائیں گے اور لایقبلہ احد کا مصداق بن جائیں گے اور ہر ایک طبیعت اپنے ظرف کے مطابق پُر ہو جائیگی" (ازالۂ اوہام)

تعلیماتِ حقہ قرآنی کی ہر قوم اور ہر ملک میں اشاعت و ترویج اور اس کے ذریعہ اسلام کے دنیا بھر میں غالب آنے کی یہ پیشگوئی حقائق و معارف قرآنی کے ان خزانوں کی بدولت جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمایا ہے آپ کی قائم کردہ جماعت کی مجاہدانہ کوششوں کے نتیجہ میں بڑی شان سے پوری ہوتی چلی آ رہی ہے۔ دنیا کی اہم زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کر کے مع عربی متن انہیں اطراف و جوانبِ عالم میں پھیلایا جا رہا ہے اور اس طرح تعلیماتِ حقہ قرآنی کی ہر ملک اور قوم میں ترویج ہو رہی ہے۔ قرآن ایک جنگی بہادر کی طرح نکل آیا ہے اور ایک شیر کی طرح میدان میں آ نکلا

ہے اور دنیا کے فلسفہ کو کھاتا جارہا ہے اور اس طرح دنیا پر آشکار کر رہا ہے کہ وہ روئے زمین پر غالب آکر رہے گا اور اسی طرح اسلام پورے کرۂ ارض پر اس طرح قائم ہو کر رہے گا کہ اس کے مقابل پر کسی دین یا فلسفہ کو کھڑا رہنے کی تاب نہ رہے گی اور تمام مخالف سپر ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ یوں تو ہر قوم اور ہر ملک میں قرآن مجید کی اشاعت و ترویج اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ لیکن مغربی افریقہ میں اس کا اثر سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ جہاں عیسائیت سپر ڈالنے پر مجبور ہو چکی ہے۔ اور اسے اپنی موت یقینی نظر آرہی ہے۔

جماعت احمدیہ کے افراد ہونے کی حیثیت میں ہمیں یہ امر کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ تعلیمات حقہ قرآنی پر صدق دل سے خود عمل پیرا ہونے اور ہر قوم اور ہر ملک میں اس کی اشاعت و ترویج کے ذریعہ دوسروں کو ان پر عمل پیرا کرانے کی ذمہ داری اس زمانہ میں ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ ہم اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کرنے کے اس وقت تک قابل نہیں ہو سکتے جب تک ہم حقائق و معارف قرآنی کے ان خزانوں سے استفادہ نہ کریں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتائید و توفیق الہٰی سب کے لئے عام کر دیا ہے۔ اسی لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہمیں بار بار اس طرف توجہ دلا رہے ہیں:-

"جماعت احمدیہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ محض بیعت کر لینا یا محض احمدیت میں داخل ہونا یا محض احمدیت کا لیبل اپنے اوپر لگا لینا کافی نہیں۔ جب تک ہم پورے کے پورے اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے۔ جب تک ہم اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا صحیح نمونہ اپنے خدا اور خدا کی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ جب تک ہم قرآن کریم کے تمام اوامر و نواہی کی عزت نہیں کرتے ان کے آگے نہیں جھکتے۔ اور جن باتوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے باز نہیں آتے اور جن چیزوں کے کرنے کی ہمیں تلقین کی جاتی ہے وہ ہم بجا نہیں لاتے اس وقت تک ہم ان فضلوں کے وارث نہیں ہو سکتے جن فضلوں کا وارث وہ انسان ہوتا ہے جو قرآن کریم کے نور سے منور ہوتا ہے اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے والا ہوتا ہے اور قرآن کریم کا کامل متبع ہوتا ہے اور قرآن کریم کا سچا خدمتگزار ہوتا ہے۔ محض احمدی کہلانا محض احمدیت کی طرف منسوب ہونا ہمارے لئے کافی نہیں اسی لئے میں اپنے متعدد خطبات میں اس سے پہلے بھی جماعت کو اس طرف متوجہ کر چکا ہوں کہ پوری ہمت کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا انتظام تمام جماعتوں کے اندر کیا جانا چاہیئے ..... قرآن کریم کے بغیر، قرآن کریم کی برکات کو چھوڑ کر، قرآن کریم کے نور سے پیٹھ پھیرتے ہوئے، قرآن کریم کو معزز نہ جان کر اپنے دلوں سے باہر نکال پھینکتے ہوئے ہم خدا کی نگاہ میں کوئی عزت، کوئی بلندی، کوئی رفعت، کوئی کامرانی اور کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتے۔" (قرآنی انوار صفحہ ۲ تا ۲۳)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر

یہ ایک دینی سمندر ہے جس کی تہہ میں نایاب اور بے بہا گوہر موجود ہیں

قرآن کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اِس نور کے آگے ظلمت ٹھہر نہ سکے گی

(۱) "یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے جو ان کی تعلیموں کو جو قصہ کے رنگ میں تھیں علمی رنگ دے دیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پا سکتا جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے۔ کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ وہ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ۔ وہ میزان، مہیمن، نور اور شفاء اور رحمت ہے جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اسے قصہ سمجھتے ہیں انہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالف کیوں ہماری مخالفت میں اس قدر تیز ہوئے ہیں؟ صرف اسی لئے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور، حکمت اور معرفت ہے دکھانا چاہتے ہیں اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصّے سے بڑھ کر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے اس لئے ہم ان کی مخالفت کی کیوں پرواہ کریں۔ غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو

کشفِ حقائق کے لئے قائم کیا ہے۔ لیکن بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۵۵)

(۲) " دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے نہیں صحابہؓ تجارتیں بھی کرتے تھے۔ مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملہ سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے روک نہیں سکا۔ میرا مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں۔ گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ مال چونکہ تجارت سے بڑھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی طلبِ دین اور ترقی دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ ھل ادلکم علیٰ تجارۃٍ تنجیکم من عذابٍ الیم۔ سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے۔ پس میں بھی خدا تعالیٰ کے ان ہی الفاظ میں تمہیں کہتا ہوں کہ ھل ادلکم علیٰ تجارۃٍ تنجیکم من عذابٍ الیم۔ میں زیادہ امید ان پر کرتا ہوں جو دینی ترقی اور شوق کو کم نہیں کرتے جو اس شوق کو کم کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شیطان ان پر قابو نہ پالے۔ اس لئے کبھی سست نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر امر کو جو سمجھ میں نہ آئے پوچھنا چاہیئے تاکہ معرفت میں زیادت ہو۔ پوچھنا حرام نہیں۔ بہ حیثیت انکار کے بھی پوچھنا چاہیئے اور عملی ترقی کے لئے بھی۔ جو علمی ترقی چاہتا ہے اسکو چاہیئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھے۔ جہاں سمجھ میں نہ آئے دریافت کرے۔ اگر بعض معارف سمجھ نہ سکے تو دوسروں سے دریافت کر کے فائدہ پہنچائے۔ قرآن شریف ایک ہی سمندر ہے جس میں بڑے بڑے نایاب اور

بے بہا گوہر موجود ہیں۔" (ملفوظات جلد سوم ص۱۹۳ و ص۱۹۴)

(۳) "مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت کو بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہونگی۔ فرقان کے بھی یہی معنے ہیں یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن شریف کی طرف التفات نہ کرے۔ اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قرآن شریف کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تاسف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(الحکم جلد ۴ نمبر ۳۷ صفحہ ۵ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۰ء) (خط مولانا عبدالکریم صاحب)

قرآن کا ارفع مقام

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔"

(کشتی نوح)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَسَبَقَتْ كُلَّ أَسْفَارٍ بِشَانٍ

(قرآن اپنے کمالات میں تمام کتابوں پر سبقت لے گیا ہے)

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقُرْآنُ فَيْضًا ۔۔۔ خَفِيرٌ جَالِبٌ نَحْوَ الْجِنَانِ

اے مخاطب! تجھے کیا معلوم کہ قرآن فیض کی رو سے کیا مقام رکھتا ہے۔ وہ ایک راہبر ہے جو جنت کی طرف لے جاتا ہے۔

لَهُ نُورَانِ نُورٌ مِنْ عُلُومٍ ۔۔۔ وَنُورٌ مِنْ بَيَانٍ كَالْجُمَانِ

اس میں دو نور ہیں ایک تو علوم کا نور اور دوسرے فصاحت و بلاغت کا نور جو دانہ نقرہ کی طرح چمکتا ہے۔

كَلَامٌ فَائِقٌ مَا رَاقَ طَرْفِي ۔۔۔ جَمَالٌ بَعْدَهُ وَالنَّيِّرَانِ

وہ ایک ایسا کلام ہے جو ہر ایک کلام سے فوقیت لے گیا ہے۔ اسکے بعد مجھے کوئی جمال اچھا معلوم نہ ہوا اور سورج اور چاند بھی نہ بھائے

أَيَاةُ الشَّمْسِ عِنْدَ سَنَاهُ دُخْنٌ ۔۔۔ وَمَا لِلَّعْلِ وَالسِّبْتِ الْيَمَانِي

آفتاب کی روشنی اس کی چمک کے سامنے ایک دھواں سا معلوم ہوتی ہے اور لعل سے سرخ چمڑے کو کیا نسبت خواہ وہ ملک یمن میں تیار شدہ ہو۔

وَأَيْنَ يَكُونُ لِلْقُرْآنِ مِثْلٌ ۔۔۔ وَلَيْسَ لَهُ بِهٰذَا الْفَضْلِ ثَانِي

اور قرآن مجید جیسی اور کوئی کتاب کیونکر ہو۔ جب کہ وہ اپنے فضائل میں بے مثل ہے

وَرِثْنَا الصُّحُفَ فَاقَتْ كُلَّ كُتُبٍ ۔۔۔ وَسَبَقَتْ كُلَّ أَسْفَارٍ بِشَانٍ

ہم اس کتاب کے وارث ہوتے ہیں جو سب کتابوں پر فائق ہے اور وہ ایسی کتاب ہے جو اپنے کمالات میں تمام کتابوں پر سبقت لے گئی ہے۔

إِذَا اسْتَدْعَى كِتَابُ اللّٰهِ مِثْلًا ۔۔۔ فَعَيَّ الْقَوْمُ وَاسْتَتَرُوا كَفَانِي

جب کتاب اللہ نے اپنی مثل کا مطالبہ کیا تو قوم مقابلہ سے عاجز آگئی اور فنا شدہ چیز کی طرح چھپ گئی

(نور الحق ص ۶۵-۶۶)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخزنِ رازہائے ربّانی

(قرآن خداوند کے اسرار کا خزانہ ہے۔)

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں ۔۔۔ کو بماند نہاں ز دیدہ وراں

قرآن مجید کا نور اس طور سے نہیں چمکا کہ وہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ سکے۔

آں چراغِ ہدیٰ ست دُنیا را ۔۔۔ رہبر و رہنماست دُنیا را

وہ تو تمام دنیا کے لئے ہدایت کا چراغ ہے اور جہان بھر کے لئے رہبر اور راہ نما ہے۔

رحمتے از خداست دُنیا را ۔۔۔ نعمتے از سماست دُنیا را

وہ خدا کی طرف سے دنیا کے لئے ایک رحمت ہے اور آسمان سے اہلِ جہان کے لئے ایک نعمت

مخزنِ رازہائے ربّانی ۔۔۔ از خدا آلۂ خدا دانی

وہ خداوند کے اسرار کا خزانہ ہے اور خدا کی طرف سے خداشناسی کا آلہ۔

برتر از پایۂ بشر بکمال ۔۔۔ دستگیرِ قیاس و استدلال

وہ اپنے کمالات میں انسان کی لیاقت سے بالاتر ہے اور قیاس و استدلال کی دستگیری کرتا ہے۔

کارسازِ اَتم بعلم و عمل ۔۔۔ حجّتش اعظم و اثر اکمل

وہ علم و عمل میں ہمارے لئے کامل کارساز ہے اس کی دلیل پختہ اور اس کی اثر انگیزی نہایت درجہ کامل ہے

ہر کہ بر عظمتش نظر بکشاد ۔۔۔ بے توقّف خدایش آمد یاد

جو بھی اس کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے اسے فوراً خدا یاد آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تمام عالمین کے لئے ذکر قرار دیا ہے

اس میں دراصل قرآن کریم کی چار عظیم الشان خوبیوں کی طرف اشارہ ہے

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق یہ دعوے فرمایا ہے :-

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۴)

کہ اے رسول تو جو ان کفار کو تبلیغ کر رہا ہے اور خدا تعالیٰ کا پیغام انہیں پہنچا رہا ہے، اس پر تو ان سے کوئی اجر نہیں مانگتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم تمام جہانوں کے لئے سراسر شرف کا موجب ہے۔

اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جس طرح نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں (رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ) اسی طرح قرآن کریم تمام عالمین کے لئے ذکر ہے ذکر عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ ذکر کے چار معنے چسپاں ہوتے ہیں۔

اس کے پہلے معنی الکتاب فیہ تفصیل الدین ووضع الملل۔ یعنی ایسی کتاب جس میں دین کی تفاصیل اور احکامِ شریعت کامل طور پر بیان کیے گئے ہیں

تو فرمایا کہ قرآن کریم ایک کامل کتاب شریعت ہے کوئی شرعی حکم ایسا نہیں جو اس میں بیان ہونے سے رہ گیا ہو اور دین و مذہب کے متعلق جتنی بھی تفصیل انسان کے لئے ضروری ہے وہ ساری کی ساری اس کتاب میں درج کر دی گئی ہے۔ پس اس کی اتباع اللہ تعالےٰ کی انتہائی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

اس کے دوسرے معنی ہیں الشَّرَفُ بلند مرتبہ۔ رفعت اور بزرگی تو فرمایا کہ جو احکامِ شریعت قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں اگر تم ان کو سیکھو گے سمجھو گے اور ان پر عمل کرو گے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ تمہیں بلند مرتبہ اور رفعت اور بزرگی عطا کرے گا اور اتباعِ قرآن کے ذریعہ آسمانی (روحانی) رفعتوں کے وہ دروازے جو خدا تعالےٰ کے قرب کی راہوں کو ڈھونڈنے والوں کے لئے کھولے جاتے ہیں تم پر کھولے جائیں گے۔

اس کے تیسرے معنی اَلثَّنَاءُ کے ہیں۔ تعریف اور حمد۔ تو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب اتباعِ قرآن کے نتیجہ

میں روحانی رفعتوں کو تم حاصل کر لو گے تو تمہیں تعریف اور ثنا بھی حاصل ہو جائے گی۔ اَلثَّنَآءُ کا لفظ جس قسم کی تعریف کے متعلق بولا جاتا ہے اس میں ایک لطیف اشارہ پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ کسی دوسرے کامل وجود کا ثانی بننا یعنی اس کے اخلاق کی اتباع کر کے اس کا رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرنا۔

پس اس میں توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کریم نے جو تعلیم تمہارے سامنے رکھی ہے وہ یہی ہے کہ تم تخلّق باخلاق اللہ حاصل کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مظہر بن سکو اور جب تم اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مظہر بن جاؤ گے تو ہر صاحبِ عقل و بصیرت تمہاری تعریف، تمہاری ثنا اور تمہاری حمد کرنے پر مجبور ہو گا۔

اس کے چوتھے معنی اَلصِّیْتُ یعنی ذکرِ خیر کے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احکام قرآنی پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جو بزرگی اور رفعت حاصل ہوتی ہے اور بندہ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دنیا ایسے لوگوں سے فائدہ حاصل کرتی ہے صرف ان کی اپنی نسل پر ہی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کا احسان آئندہ آنیوالی نسلوں پر بھی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے ان کا ذکرِ خیر باقی رہ جاتا ہے کیونکہ ذکرِ خیر صرف اسی شخص، گروہ یا سلسلہ کا ہی قائم رکھا جاتا ہے (اور رکھا جانا چاہیئے) کہ جس کا احسان آئندہ نسلوں پر ہو اور اس طرح آئندہ نسلیں اس شخص گروہ یا سلسلہ کو یاد رکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ پہلوں نے ہم پر بڑے احسان کئے ہیں اور ہمیں ان احسانوں کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ مثلاً ہم احادیث کے جمع کرنے والے بزرگوں کا ادب اور احترام اور دعا کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ان کا ذکرِ خیر اسی وجہ سے قائم ہے کہ ان لوگوں نے اپنی زندگیاں ہمارے فائدے کے لئے صرف کر ڈالیں۔ ان لوگوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو جمع کیا۔ ان کی چھان بین کی اور انہیں ہم تک پہنچانے کا انتظام کیا۔ اس احسان کے بدلہ میں ان کا ذکرِ خیر نسلاً بعد نسلٍ ہم تک چلا آیا ہے۔ اور آئندہ بھی چلتا چلا جائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہونے کے علاوہ یہ خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہے کہ جب کوئی اس پر عمل کرتا ہے تو وہ صرف اسی نسل کو زیر بار احسان نہیں کر رہا ہوتا جس کا وہ ایک فرد ہوتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس سے نیکیوں اور خیر کے وہ کام لیتا ہے جن کے نتیجہ میں آئندہ نسلیں بھی اس کے احسان کے نیچے دبی ہوتی ہیں۔ وہ اس کے احسان کو پہچانتی ہیں اور اس کی وجہ سے اس کی شکرگزار ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ قرآن اس کے لئے الصیت ذکرِ خیر کے جاری رہنے کا موجب بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق بہت سی تعریفیں خود اس میں بیان فرمائی ہیں۔ اس چھوٹی سی آیت میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے جس کی طرف میں نے اس وقت محض اشارے کئے ہیں لیکن ان اشارات سے بھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں عزت اور شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے دل میں یہ خواہش ہے کہ ایک

طرف ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے اور دوسری طرف آئندہ نسلیں بھی ہمیں نیک نام سے یاد کریں، ہمارے لئے دعا کرنے والی ہوں اور خدا کے حضور گڑگڑانے والی ہوں کہ اے خدا! ان لوگوں پر اپنی زیادہ سے زیادہ رحمتیں نازل کرتا چلا جا تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کو سیکھیں، جانیں اور اس کی اتباع کریں اور اس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔

اسی لئے میں نے قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دلائی تھی۔

خلیفۂ وقت کا سب سے بڑا اور اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کرنے والا ہو اور نگرانی کرنے والا ہو کہ وہ لوگ جو سلسلہ حقہ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں۔ کیا وہ قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر رکھنے والے ہیں؟ اور اس سے منہ پھیرنے والے نہیں، بلکہ اس کی پوری پوری اطاعت کرنے والے ہیں؟

میری اس تحریک پر جماعتوں نے توجہ دی، بہت سی جماعتوں کی طرف سے تو بہت اچھی رپورٹیں مل رہی ہیں۔ لیکن بعض جماعتیں ابھی ایسی ہیں جہاں ابھی تک یہ کام شروع نہیں ہوا اور بعض جماعتوں کے متعلق یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ کام شروع ہونے کے بعد پھر سستی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

میں پھر تمام جماعتوں کو، تمام عہدہ داران، خصوصاً امراء اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا جاننا، اس کے علوم کو حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا، اور ان راہوں سے آگاہی حاصل کرنا جو قرب الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لئے کھولی ہیں از بس ضروری ہے۔

اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آگاہ کرتا ہوں اور تنبیہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے، نہ بڑا، نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچہ، کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔ جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی ذمہ واریوں کے سمجھنے کی اور پھر انہیں نباہنے کی توفیق دے اور مجھے بھی توفیق دے کہ جب تک آپ اس بنیادی مقصد کو حاصل نہیں کر لیتے، اس رنگ میں آپ کی نگرانی کرتا رہوں جس رنگ میں نگرانی کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد کی گئی ہے۔ وما توفیقنا الا باللہ

(خطبہ جمعہ یکم جولائی ۱۹۶۶ء مطبوعہ الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۶۶ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں غلبۂ اسلام

(محترم ملک نصیر احمد صاحب زعیم انصار اللہ حلقہ ناظم آباد کراچی)

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورہ فتح آیت ۲۹)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو مقصد تھے۔ تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجوہ آپ کے زمانہ میں ہوئی۔ جیسا کہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (مائدہ ع ۱۴) سے ظاہر ہے اور يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (بینہ آیت ۳ و ۴) اس پر گواہ ہے۔

اگرچہ وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تھیں قرآن شریف میں جمع کی گئیں لیکن قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورہ اعراف آیت ۱۵۹) کا عملی ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ممکن نہ تھا۔ کیونکہ کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا کیونکہ اس وقت تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے اور اس زمانہ تک پورا امریکہ اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ سے بے نصیب رہا ہوا تھا۔ اور ان ممالک کے لوگ اسلام کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اے زمین کے باشندو۔ میں تم سب کی طرف رسول ہوں اس کے مطابق عملی طور پر تمام دنیا کو تبلیغ اس وقت نہ ہو سکتی تھی اور نہ ہوئی کیونکہ وسائل اشاعت موجود نہیں تھے اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی۔ کیونکہ مختلف زبانوں کا علم نوع انسان کو حاصل نہیں ہوا تھا اور نیز یہ کہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اس پر موقوف تھی کہ اسلامی تعلیمات غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت پیدا کریں۔ اور یہ دونوں امر اس وقت غیر ممکن تھے۔ اس لئے وہ حقیقی اشاعت جس سے اتمام حجت ہر ایک قوم پر ہو سکتی ہے اور ہر ملک تک پہنچ سکتی ہے نہ اس کا وجود تھا اور نہ اشاعت کے وسائل موجود تھے۔

لہٰذا تکمیلِ اشاعت کے لئے ایک اَور زمانہ علمِ الٰہی میں مقدر تھا۔

اگرچہ قرآن کریم کے اس ارشاد کے مطابق یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (مائدہ آیت ۶۸) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک حالاتِ حاضرہ کے مطابق ممکن تھا اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچایا لیکن ذرائع آمد و رفت کی قلت کے باعث یہ پیغام اُس وقت تمام دنیا تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کے لئے آخری زمانہ مقدر تھا چنانچہ آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (جمعہ آیت ۴) اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانہ میں ایک گروہ کی تربیت کرنا تھی جو ہنوز صحابہ سے نہیں ملا تھا۔ لیکن حضور کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کا درجہ پانے والا تھا۔

اس آیت میں جو مِنْھُمْ کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا ہے کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیلِ اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اور اس کے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہوں گے۔ چنانچہ بمنشاء ایزدی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو مظہرِ تجلیات احمدیہ اور محمدیہ تھے مبعوث فرمایا گیا۔ تا اس مظہرِ تام کے ذریعہ تکمیل اشاعتِ ہدایت ہو جائے۔ چنانچہ تمام اکابرِ ملتِ اسلام اور سب مفسرین نے بالاتفاق اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ آیت لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق ہے۔

چونکہ تکمیلِ اشاعتِ ہدایت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر مقدر تھی۔ اس۔ لئے اس کے مناسب حال سامان بھی خدا تعالےٰ نے پیدا کر دیئے۔ چنانچہ جس وقت حضرت اقدس مبعوث ہوئے اس وقت ہندوستان پر برطانیہ کا تسلط تھا۔ امن پسند ہونے کے علاوہ علم دوست گورنمنٹ تھی۔ اس نے نہ صرف اشاعتِ کتب اور اشاعتِ مذہب کی ہر ایک کو آزادی دے رکھی تھی بلکہ خود بھی ہر فرقہ کو بذریعہ اشاعتِ علوم و فنون کے مدد دی اور تھوڑے ہی دنوں میں علمی رنگ میں زمانہ بدل گیا۔ گویا ایک نئی قوم پیدا ہو گئی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر عملی حالتیں دن بدن کالعدم ہوتی گئیں۔ اور مسلمان دین کا پہلو بھول گئے اور حقیقتِ اسلام ان کے دلوں سے جاتی رہی۔ دہریت اندر ہی اندر زور پکڑتی گئی۔ یہاں تک کہ فلسفیانہ خیالات نے مسلمانوں پر ایک ایسا زہریلا اثر ڈالا کہ ہزاروں مسلمان نیچری ہو گئے اور خدا تعالےٰ کی قدرتوں سے منکر ہو بیٹھے اور ایک بڑا حصہ دینِ اللہ سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا۔

احادیث میں بھی آتا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا ظلم اور جھوٹ سے بھری ہوئی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں شرک کا بہت زور ہوگا۔ دوسری طرف اس زمانہ کی نسبت خدا تعالےٰ نے خبر دی تھی وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (تکویر آیت ۱۱) یعنی اس وقت اشاعت کے ذرائع عام ہوں گے۔ کتابوں اور صحیفوں

کی اشاعت بہت ہوگی۔ گویا اس سے پہلے کبھی ایسی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کلوں کی طرف اشارہ ہے جن کے ذریعہ سے آجکل کتابیں چھپتی ہیں اور پھر ریل کے ذریعہ سے ہزاروں کوس میل تک پہنچائی جاتی ہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی بھی ہے۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (کور) یعنی آخری زمانہ میں ایک یہ واقعہ ہوگا کہ بعض نفوس بعض سے ملائے جائیں گے۔ یعنی ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور آسانیاں اس قدر نکل آئیں گی کہ لوگ ہزاروں کوسوں سے آئیں گے اور ایک دوسرے کو ملیں گے اور اس کثرت سے ان کی ملاقاتیں ہونگی کہ گویا مختلف ملکوں کے لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہیں۔ یہ ریل اور جہازوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جہازوں اور ریلوں کے ذریعہ سے وہ روکیں جو پہاڑوں کی مانند حائل تھیں سب اٹھ گئیں اور ایسی بری اور بحری سواریاں نکل آئیں جو ایک دنیا کو مشرق سے مغرب۔ اور مغرب کو مشرقی بلاد سے ملاتی ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اس قسم کے سامان اور سہولتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ظہور میں نہیں آسکیں۔ آپ کے زمانہ میں کئی قومیں زمین کے دور دراز کناروں پر آباد تھیں اور پیغام پہنچانے اور سفر کرنے اور باہمی ملاقات کرنے کے لئے وہ سامان موجود نہ تھے کہ جو اب اس وقت اس زمانہ میں موجود ہیں۔

اور نیز کتابوں کے چھاپنے اور دور دراز ملکوں تک تالیفات کے شائع کرنے کے لئے سہل اور آسان سامان اس زمانہ میں میسر آگئے ہیں کہ گذشتہ زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ان کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ یہاں تک کہ وہ مضمون جو برسوں تک لکھنے ناممکن تھے وہ دنوں میں لکھے جاتے ہیں۔ ایسا ہی وہ تالیفات جن کا دور دراز ملکوں میں پہنچانا مدت ہائے دراز کا کام تھا، تھوڑے ہی دنوں میں ہم دنیا کے کناروں تک پہنچا سکتے ہیں اور اپنی حجت بالغہ سے تمام قوموں کو مطلع کر سکتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس زمانہ میں ہر ایک ذریعہ اشاعتِ دین کا اپنی وسعتِ تامہ کو پہنچ گیا ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ اشاعت اور اتمامِ حجت ناممکن تھی۔ کیونکہ اس وقت نہ کتابوں کے چھاپنے کے آلات تھے اور نہ دوسرے ممالک میں کتابوں کے پہنچانے کے لئے سہل اور آسان طریق میسر تھے۔

سو یہ زمانہ اشاعتِ دین اور اتمامِ حجت کے لئے اس قدر معین اور مددگار ہے کہ صدہا وسائل جیسے ریل، تار، ریڈیو و اخبار وغیرہ اس خدمت کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ تا ایک ملک کے واقعات دوسرے ملک تک پہنچا دیں۔ سو بلاشبہ معقولی اور روحانی طور پر دینِ اسلام کے دلائل حقہ کا تمام دنیا میں پھیلنا ایسے ہی زمانہ میں موقوف تھا۔

چنانچہ پیشگوئی متذکرہ بالا کے متعلق جس میں دینِ اسلام کے لئے غلبہ کاملہ کا وعدہ دیا گیا ہے، سیدنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی سب سے پہلی کتاب براھین احمدیہ میں لکھتے ہیں:-

"روحانی طور پر دینِ اسلام کا غلبہ حجج قاطعہ اور براہینِ ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو اور اگرچہ دینِ اسلام اپنے دلائل حقہ کے رُو سے قدیم سے غالب چلا آیا ہے اور ابتداء سے اس کے مخالف رسوا اور ذلیل ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس غلبہ کا مختلف فرقوں اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانہ کے آنے پر موقوف تھا جو کہ باعث کھل جانے راہوں کے تمام دنیا کو ممالک متحدہ کی طرح بناتا ہو۔۔۔۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تعلیماتِ حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔" (روحانی خزائن جلد ۱ ص۶۲ و ص۶۳)

آپ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی کی گئی اَلَمْ نَجْعَلْ لَّکَ سُہُوْلَۃً فِیْ کُلِّ اَمْرٍ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۹) کیا ہم نے ہر ایک امر میں تیرے لئے آسانی نہیں کر دی۔ یعنی کیا ہم نے تمام وہ سامان تیرے لئے میسر نہیں کر دیئے جو تبلیغ اور اشاعتِ حق کے لئے ضروری تھے۔ چنانچہ خداوند کریم نے جو اسباب اور وسائل اشاعتِ دین کے آپ کے لئے فراہم کئے۔ وہ کسی نبی کے وقت موجود نہ تھے۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اشاعتِ مذہب کے دو ذریعے پیدا کر دیئے۔ گورنمنٹ کی طرف سے مذہبی آزادی اور دوسری طرف ریل کا ایجاد ہونا، تار برقی اور جہازوں کا اجرا اور خط وکتابت کے لئے ڈاک خانوں کی کثرت۔ پریس کی دستیابی اور رسالوں اور اخباروں کی اشاعت جن کے ذریعہ کل دنیا میں تبلیغ ہو سکتی ہے میسر آ گئے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اظہارِ دین اسی وقت ہی ہو سکتا ہے جبکہ کُل مذاہب میدان میں نکل آویں اور اشاعتِ مذہب کے ہر قسم کے مفید ذریعے پیدا ہو جاویں۔

اس مقررہ اصول اور مفید ذریعہ کے میسر ہوتے ہوئے ۱۸۸۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب براہین احمدیہ کے نام سے تالیف کی اور دنیا کے سامنے اسلام کی صداقت کو پیش کیا۔ یہ آپ کی پہلی کتاب تھی جو اسلام کی حمایت میں لکھی اور جس کے جواب میں آپ نے دس ہزار روپیہ انعام بھی رکھا۔

براہین احمدیہ کی تالیف نے مذہبی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور علماء اور دینی حلقوں نے اس کتاب کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ چنانچہ بنگلور کے ایک مشہور عالم دین مولانا محمد شریف صاحب معرکۃ الآراء تصنیف براھین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس کتاب کی تعریف کرنی حد امکان سے باہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس تحقیق و تدقیق سے اس کتاب میں مخالفینِ اسلام پر حجتِ اسلام قائم کی گئی ہے وہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں ع حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلِ آرام را

اثباتِ اسلام و حقیقتِ نبوت و قرآن میں یہ لاجواب کتاب اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ یہ وہ عالی مضامین اور قاطع دلائل ہیں جن کے جواب کے لئے مخالفین کو دس ہزار کی تحریص دلائی گئی ہے۔ اشتہار دیئے ہوئے عرصہ ہو چکا مگر کسی کو قلم اٹھانے کی اب تک طاقت نہیں ہوئی۔"

(منشورِ محمدی ۵ رجادی الآخر ۱۳۰۱ھ)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت اقدس کے متعلق براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم ملتی ہے۔"

اسی طرح اس زمانہ کے دوسرے تمام علماء کے نزدیک بھی آپ زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ایک پرہیزگار اور راستگو انسان تھے اور علم و فضل کے لحاظ سے آپ کو بہت شہرت حاصل تھی اور اعدائے اسلام کے مقابلہ کے لحاظ سے آپ اسلام کے پہلوان گنے جاتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب بحکم خداوندی آپ نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا جو کہ عین قرآن و حدیث کے مطابق اور ضرورتِ حقہ کے واسطے تھا تو آپ کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان اٹھا۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات تھی جس کو اسلامی دنیا کے علماء آسانی سے قبول نہ کر سکتے تھے اور یہ طوفان بہت زور کے ساتھ اٹھا اور بجائے محبت کے طبائع میں تنفر پیدا ہوا بلکہ اس قدر زبردست نفرت کی لہر اٹھی کہ اس شخص کو جس کے ساتھ کل تک اسلام کی بہترین امیدیں وابستہ تھیں وہ اسلام کا بدترین دشمن سمجھا جانے لگا اور ہر طرف سے لعنتوں اور ملامتوں کا نشانہ بن گیا اور بڑی شدت سے آپ کی مخالفت ہوئی۔ آپ کے خلاف ذلیل سے ذلیل حربے استعمال کئے گئے اور استہزا اور تضحیک کا کوئی بھی پہلو نہ چھوڑا گیا اور یہی سنتِ الٰہی ہے کہ خدا کے منتخب لوگوں کی مخالفت کی جاتی ہے اور شریر النفس لوگوں کی طرف سے ان کے حق میں تلخ اور نازیبا الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سچ کہا ہے۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (سورہ یاسین آیت ۳۱)

آپ کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو پہلے نبیوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔

چنانچہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور شیخ محی الدین ابن العربی صاحب نے فرمایا ہے کہ جب مسیح موعود

مہدی معہود ظاہر ہوگا تو اس کو لوگ کافر کہیں گے اور اس کو ترک کر دیں گے اور قریب ہوگا کہ علمائے اسلام اس کو قتل کر دیں سو وہ ہو رہا کہ آپ اشاعت اسلام کی خاطر جس کے لئے آپ مبعوث کئے گئے تھے۔ پہلے نبیوں کی طرح جاہل لوگوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاویں۔ سو آپ نے اسلام کی قبولیت عامہ کے لئے اپنی شہرت اور ہر دلعزیزی کو قربان کیا اور ہر طرح کی تکلیفیں جو دشمنوں کی طرف سے خدا کی مشیت اور مصلحت سمجھ کر برداشت کیں۔ جان اور آبرو خطرے میں ڈالی مگر اشاعت اسلام کا کام ہاتھ سے نہ چھوڑا اور دعوت اسلام کو عام کرنے کی جدوجہد جاری رکھی۔ چنانچہ تحدی سے فرمایا:۔

"تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالےٰ نے ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحت عام کے لئے خاص کر کے اعلائے کلمۂ اسلام و اشاعت نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادے سے دنیا میں بھیجا" (فتح اسلام)

چونکہ خدا تعالےٰ نے آپ کو مامور بنا کر بھیجا تھا اور مامور من اللہ کے ساتھ خدا کا پوشیدہ ہاتھ ہوتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (مجادلہ آیت ۲۱) سو نصرت الٰہی اور خدا کی دائمی تائید آپ کے شامل حال تھی۔ باوجود زبردست مخالفت کے آپ کی تبلیغی مساعی میں کوئی روک پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے اس غلط عقیدہ کا انسداد کیا جو عوام کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا۔ اور وہ یہ تھا۔

سب سے بڑا اندرونی فتنہ اللہ تعالےٰ سے ہمکلامی کا انکار تھا۔ کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالےٰ پہلے کلام کرتا تھا اب نہیں کرتا اور کسی نے یوں انکار کیا کہ خدا کا کلام کوئی خارجی شے نہیں ہے۔ یہ انسان کے اندر کی ہی آواز ہے۔ اگر وحی محض انسان کے اندر کی آواز ہے تو خدا کی ہستی اس پر یقین اور اس کی معرفت یہ سب کہانی ہو جاتے ہیں اور سلسلۂ نبوت دونوں صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے۔ پس سلسلۂ نبوت کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے اور اللہ تعالےٰ کی ہستی پر صحیح یقین پیدا کرنے کے لئے آپ نے سب باتوں سے پہلے اور سب سے بڑھ کر مکالمہ الٰہیہ کی حقانیت پر زور دیا کیونکہ انسان سے اللہ تعالےٰ کا ہم کلام ہونا ہی مذہب کی اصل بنیاد ہے۔

علاوہ اس کے آپ کو اسلام کی اشاعت کے لئے دو بڑی روکاوٹیں درپیش تھیں۔

(۱) حضرت عیسےٰ کی حیات کا عقیدہ جو عیسائیوں میں تبلیغ اسلام کے راستہ میں بڑی بھاری روک ہو رہا تھا۔

(۲) اسلام کے بزور شمشیر پھیلائے جانے کا خیال۔

آپ نے ان دونوں روکوں کو معقولی اور منقولی دلائل سے دور کیا۔

چونکہ وہ زمانہ آ گیا تھا جبکہ عیسائیت کے مرکز یورپ میں تبلیغ اسلام کی جائے اس لئے ضروری تھا کہ عیسائیت

کے سب سے بڑے شہتیر کو کہ عیسٰے علیہ السلام زندہ ہیں توڑا جائے۔ ورنہ اس عقیدہ کو توڑے بغیر اسلام عیسائیت پر غلبہ حاصل نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے بار بار فرمایا کہ اسلام کے غلبہ کے لئے ضروری ہے کہ عیسائیوں کے خدا کو فوت شدہ ثابت کیا جائے۔

دوسری طرف حضرت عیسٰے کی زندگی کا عقیدہ اس کے نزول کے عقیدہ سے وابستہ تھا اس لئے جب تک نزول ابن مریم کی اصل حقیقت کو واضح نہ کیا جاتا حیات مسیح کے عقیدہ پر بھی کاری ضرب نہ لگ سکتی تھی۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے یہ چاہا کہ دین اسلام عیسائیوں کے اندر پھیلے اور عیسائیت پر غلبہ حاصل کرے تو ایک طرف آپ کو یہ اطلاع دی کہ بروئے قرآن اور حدیث حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور دوسری طرف یہ بتادیا کہ نزول ابن مریم سے مراد خود مسیح کا دوبارہ آنا نہیں۔ بلکہ اس سے مراد ایسے مسیح کا ظہور ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ابن مریم کا مثیل ہے۔ اور جس کی خاص توجہ عیسائیوں میں اسلام پھیلانے کی طرف ہوگی۔ اس کو حضرت اقدس نے دو شعروں میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے ؎

چوں کافرازستم بہ پرستند مسیح را ؛ غیوری خدا بسرکش کرد ہمسرم
چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ؛ مصلحت را ابنِ مریم نام من بنہادہ اند

(۲) عام طور پر یہ خیال مسلمانوں میں مروج ہو گیا تھا کہ ایک ایسا مہدی آئے گا جو تلوار کے زور سے کافروں کو مسلمان بنائے گا اور جب تک یہ خیال موجود ہے اسلام کے متعلق غیر مسلموں کے دلوں سے تنفر دور نہیں ہو سکتا اور وہ اس کی تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ حالانکہ اسلام لا اکراہ فی الدین کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ نے اس آیت قرآنی کے علاوہ حدیث یضع الحرب کو بھی لوگوں کے سامنے پیش کر کے یہ امر واضح کر دیا کہ مہدی کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ مذہبی جنگوں کو ختم کر دے گا۔ سو آپ نے بڑا مجاہدہ قلمی جہاد کو ہی قرار دیا جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان آیت ۵۳) کہ قرآن کے ساتھ ان لوگوں سے جہاد کبیر کرو۔ سو اس طریق سے آپ نے اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا۔

نیز فرمایا:۔

"اگر لوگ جہاد کی صورت میں دھوکا نہ دیتے یا نہ کھاتے تو کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہیں مل سکتا تھا مگر اب خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے پاک اور درخشاں چہرہ سے یہ سب گرد و غبار دور کرے اور اس کی خوبیوں اور حسن و جمال سے دنیا کو اطلاع بخشے۔ چنانچہ اسی غرض اور مقصد کے لئے اس وقت ..... مجھے بھیجا ہے تا میں عملی سچائیوں اور زندہ نشانات کے ساتھ اسلام کو غالب کروں۔" (ملفوظات جلد سوم صـ ۱۷۶)

چنانچہ ابتدائے دعوے سے آپ اسلام کے غلبہ کے لئے ایک خاص جوش اور تڑپ رکھتے تھے۔ دعوت حق کو عام کرنے اور اس کو دنیا میں پھیلانے کے لئے آپ نے تمام مذاہب کے ساتھ بیک وقت دلائل اور براہین کی جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ ایک طرف عیسائیوں سے مقابلہ تھا۔ عبداللہ آتھم کے مرنے سے عیسائیوں کے اندر غیظ و غضب کی لہر دوڑی ہوئی تھی۔ اور وہ ہر طرح سے آپ پر اور اسلام پر حملے کر رہے تھے۔ دوسری طرف لیکھرام کے قتل نے آریوں میں غیر معمولی جوش پیدا کر رکھا تھا وہ الگ اسلام اور آپ کی جان و عزت پر طرح طرح کے حملے کر رہے تھے سکھوں کو بڑا غصہ اس بات کا تھا کہ ست بچن میں حضرت مرزا صاحب نے گورو بابا نانک صاحب کو مسلمان کیوں لکھ دیا ہے دہریے الگ ناراض تھے۔ برہمو سماجی اور دیو سماج والے الگ خفا تھے۔ مسیح کی وفات اور نزول مسیح کے اختلافی مسئلہ پر مسلم عوام کی مخالفت حد درجہ بڑھ گئی تھی اور مسلمانوں میں مولویوں کا فرقہ مع اپنے ہزاروں بلکہ لاکھوں پیروؤں کے الگ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا ہوا تھا۔ دوسری طرف اس تمام ہنگامے اور شدید مخالفت کے باوجود آپ ہیں کہ تن تنہا چاروں طرف چومکھی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ذرا بھی ماتھے پر بل نہیں آتا۔ تھکان نزدیک تک نہیں پھٹکتی تحریر و تقریر کے ذریعہ آپ مرد میدان بن کر تمام مخالفوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہیں چنانچہ آپ نے وعظوں تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اسلام کو جو دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا ہوا تھا ادیانِ باطلہ کے حملوں سے بچایا بلکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دکھایا۔ آپ نے دلائل حقہ اور براہین قاطعہ سے ہستی باری تعالےٰ کا وجود ثابت کیا اور پُر زور دلائل اور صداقتوں سے اسلام کی عظمت اور شوکت کو ظاہر کیا اور اتمامِ حجت کی غرض سے آپ نے ایک اشتہار بنام پادری صاحبان و ہندو صاحبان و آریہ صاحبان و برہمو صاحبان و سکھ صاحبان و دہری صاحبان و نیچری صاحبان وغیرہ صاحبان" شائع کیا اس میں لکھا:۔

"اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے۔ اس کے لئے خوب موقعہ ہے وہ میرے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی اس کے حوالہ کر دوں گا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۵)

اور اس کارروائی سے آپ نے تمام مخالف مذہبوں پر حجت پوری کر دی اور بڑی تحدی سے کل مذاہب اور ملل کو دعوتِ حق دے کر آپ نے بتا دیا کہ اسلام ہی ایک سچا اور زندہ مذہب ہے۔ جس کی بتائی ہوئی راہوں پر چلنے سے انسان زندہ خدا کو پالیتا ہے اور اپنا تجربہ بھی بطور گواہ پیش کیا اور فرمایا:۔

"میں خود اس معاملہ میں تجربہ یافتہ ہوں۔ پس جو کچھ کہتا ہوں تجربہ کر کے کہتا ہوں کہ جس کی

مرضی چاہیے میرے مقابلہ پر آوے اور آزمالیے۔"

کیا خوب فرماتے ہیں ؎

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا ٭ نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

آپ کے آنے کی غرض اور مقصود صرف اسلام کی تجدید اور تائید تھی اس لئے یہ ولولہ آپ کے سینہ میں موجزن تھا کہ کسی طرح اسلام کا پیغام تمام روئے زمین پر بالخصوص یورپ اور دیگر بلادِ مغرب میں پھیلایا جائے جہاں ابھی تک اسلام کی اصل تصویر لوگوں کے سامنے نہیں پیش کی گئی تھی۔ اشاعتِ اسلام کا یہ خیال دراصل جنابِ الٰہی کی مشیت کی طرف سے آپ کے دل میں پیدا ہوا تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ اسی منصب کے لئے آپ کا کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھا۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۸۲ء میں ایک اشتہار انگریزی اور اردو میں بیس ہزار کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا اور اس اشتہار کی اشاعت کے سلسلہ کو ایسا وسیع کیا کہ یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ اور دوسرے ممالک میں بھی کثرت کے ساتھ تقسیم کیا اور گو اس اشتہار میں سب مذاہب کے لوگ مخاطب تھے لیکن مسیحی مذہب کے متبعین میں خصوصیت کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔ اس میں لکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح ناصری کے قدم پر اس صدی کا مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ میں سب دنیا کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ خدا تک پہنچانے والا مذہب صرف اسلام ہی ہے جو شخص میرے اس دعوے کی تصدیق چاہے وہ مجھ سے ہر طرح تسلی کرا سکتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف عام تحریک پر ہی بس نہیں کی بلکہ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۱ء میں آپ نے یورپ اور امریکہ میں تکمیل تبلیغ اسلام کے لئے ایک انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری فرمایا۔ اس میں صداقتِ اسلام اور ردِ عقائدِ مسیحیت کے متعلق ایسے مضمون لکھے جس میں آپ نے مدلل اور مسکت بحث کرکے تثلیث کے عقیدہ کو باطل اور غلط ثابت کیا۔

اسی طرح الوہیتِ مسیح کے عقیدہ پر آپ نے وہ ضربیں لگائیں کہ خدا ثابت کرنا تو درکنار عیسائیوں کو مسیح ناصری کا ایک کامل بشر ثابت کرنا بھی مشکل ہوگیا۔ پھر کفارہ کے مسئلہ کو فطرت کے خلاف ثابت کیا اور بتایا کہ گناہ صرف ایمان اور یقین سے دور ہو سکتا ہے۔ اسے کسی خونی قربانی کی ضرورت نہیں۔

واقعہ صلیب کے متعلق لکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا۔ (یکسر الصلیب) کسرِ صلیب سے مراد ابطالِ عیسائیت خصوصاً صلیبی موت کے عقیدہ کی تردید ہے۔ علمائے امت نے اللہ تعالیٰ سے علم پاکر مسیح موعود کا یہی مشن بتایا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شارح البخاری فرماتے ہیں کہ مجھے کسرِ صلیب کے معنی الہاماً یہ بتائے گئے ہیں کہ

مسیح موعود آکر ثابت کر دے گا کہ عیسائیوں کا یہ زعم سراسر باطل ہے کہ مسیح کو یہود نے صلیب پر مار دیا تھا (عینی علی البخاری جلد ۵ ص۵۸۵)

سو آپ نے واقعہ صلیب کو جس پر کفارہ کی عمارت کھڑی کی گئی تھی انجیل اور تاریخ سے ثابت کر دیا کہ مسیح ناصری صلیب پر چڑھائے تو ضرور گئے مگر وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ غشی کی حالت میں زندہ ہی صلیب سے اتار ے گئے۔ اور آپ نے یہ بات ایسے روشن دلائل کے ساتھ ثابت کر دی کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

وفات مسیح کے متعلق بد قسمتی سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے خلاف کتاب الٰہی یہ خیال کر لیا ہے کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر مدت دراز سے زندہ موجود ہیں۔ حالانکہ اس باطل عقیدہ کے رد میں قرآن شریف صاف فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر انسان کے لئے موت مقدر ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں۔ چنانچہ آپ نے قرآنی دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح آسمان کی طرف نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ انہوں نے خدائی فیصلہ کے مطابق فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ زمین پر ہی اپنی زندگی گزار دی اور زمین پر ہی رہے۔ اور زمین میں ہی دفن کئے گئے۔

دوسری طرف آپ نے زبردست تاریخی تحقیق سے یہ بات ثابت کر دی کہ مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے صلیب سے نجات دے کر ہندوستان کی طرف ان یہودیوں کی دعوت کے لئے روانہ کیا جو بخت نصر کے ہاتھ سے متفرق ہو کر بلادِ ہند اور تبت اور کشمیر میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان ملکوں میں ایک مدت تک رہ کر اور پیغام الٰہی پہنچا کر آخر سرینگر میں دوسرے انسانوں کی طرح طبعی موت سے وفات پائی اور آپ کا مزار مقدس سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے جو شہزادہ یوز آسف کا مزار کہلاتا ہے۔

قرآن شریف میں آتا ہے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (سورۃ انفال آیت ۴۳)

چنانچہ آپ نے روشن دلائل کے ساتھ مسیح علیہ السلام کی وفات کو ثابت کر کے الوہیت مسیح کی عمارت کے ستون کو توڑ کر رکھ دیا۔ جب اس قسم کے مدلل مضامین رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہونے شروع ہوئے تو اس کا اثر چرچ کے حلقوں میں یہ پڑا کہ انہوں نے رسالہ کی مخالفت زور شور سے شروع کر دی۔ چنانچہ انگلستان کے اخبار Church Family نے لکھا کہ

"مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا کردہ لٹریچر کا جواب نہ دیا جائے۔ ورنہ وہ عیسویت کے خلاف ایسا حربہ لٹریچر کی شکل میں پیدا کر دیں گے کہ بائبل کا صفایا ہو جائے گا۔"

چونکہ آپ اشاعت توحید الٰہی اور تبلیغ پیغام خداوندی کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ آپ نے اسلام کا

ایک سپاہی بن کر اعدا اسلام کا مقابلہ کیا۔ چستی اور مستعدی زیرکی اور دانائی کے ساتھ تحریری تقریری جنگ کرتے رہے۔ مذہبی مباحثات سے کام لیا۔ مناظرے کئے مباہلوں کے ذریعہ دیگر مذاہب کیا عیسائیت اور کیا آریہ سماج وغیرہ کو باطل کر کے دکھلایا۔

الغرض آپ نے قلمی جہاد کو نہ صرف ہندوستان تک محدود رکھا بلکہ امریکہ اور یورپ میں اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ ڈوئی اور پگٹ جیسے مدعیان الیاس اور مسیحیت کو چیلنج دیا لیکن مباہلہ کی دعوت کسی ایک نے بھی قبول نہ کی اور نہ ہی ہندوستان میں کسی کو یہ جرأت ہوئی کہ اس مذہبی دنگل میں دینی پہلوان کا مقابلہ کرتا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ٭ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

غرضیکہ حضرت اقدس نے سب مذاہب پر دونوں رنگ میں حجت پوری کی یعنی اوّل عقل اور نقل کے طریق سے ان کا بطلان ثابت کیا۔ دوسرے خدائی نشانوں اور روحانی طاقتوں کے ساتھ انہیں مغلوب اور اسلام کو غالب کر دکھایا۔

چونکہ مامورمن اللہ میں ایک شجاعت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ کبھی بھی اپنا پیغام پہنچانے اور اشاعت حق سے نہیں ڈرتا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے تائیدِ حق کے ساتھ اپنے دعوے کی اشاعت اور مفوضہ فرض کو ادا کرنے کے لئے سینکڑوں اشتہار شائع فرمائے اور ہزاروں خطوط غیر مذاہب والوں کو لکھے اور دعوتِ حق دی۔ چنانچہ آپ نے بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوتِ اسلام رجسٹری کرا کر تمام قوموں کے پیشواؤں، امیروں اور والیانِ ملک کے نام روانہ کئے اور ایک خط اور اشتہار گورنمنٹ برطانیہ کے شہزادہ ولیعہد کے نام اور وزیر اعظم گلیڈسٹن صاحب کے نام۔ ایسا ہی شہزادہ بسمارک کے نام اور دوسرے امراء کو خطوط اور اشتہارات بھیجے۔ اس کے علاوہ ربّ العزت کی طرف سے آپ کو یہ شرف بھی بخشا گیا کہ آپ نے ۸۰ کے قریب مستقل تصانیف بھی شائع فرمائیں۔ جن میں سے ۲۰ عربی زبان میں ہیں اور آپ کی یہ تصانیف اس قدر شاندار ہیں کہ مخالفینِ اسلام کو ان کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور دنیا کو دکھایا کہ حق حق ہی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور انور فرماتے ہیں:۔

"سلسلہ تحریر میں میں نے اتمامِ حجت کے واسطے مفصل طور پر ساٹھ کتابیں لکھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک جدا گانہ طور پر ایسی جامع ہے کہ اگر کوئی طالب حق اور طالبِ تحقیق ان کا غور سے مطالعہ کرے تو ممکن نہیں کہ اس کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا ذخیرہ بہم نہ پہنچ جاوے ہم نے اپنی عمر میں ایک بھاری ذخیرہ معلومات کا جمع کر دیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن تھا ان کی اشاعت بھی کی گئی ہے۔"

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۹)

چنانچہ مولانا ابو الکلام آزاد اس کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے وہ ہرگز قلب سے نسیاً منسیا نہیں ہو سکتی۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھی۔ اور ہزاروں اور لاکھوں مسلمان اس کے زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان کرے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنیوالوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون ہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت سرانجام دی ہے۔"

(اخبار وکیل امرتسر)

سو خدا تعالیٰ نے اس قلمی جہاد کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دوسرے مقصدِ اشاعت ہدایتِ دین کی تکمیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں سے کی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدمِ وسائل اور اسباب غیر ممکن تھی ؏

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے .... اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا روحانی طور پر مُردے زندہ کئے جائیں۔ بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوموں کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں وہ باہر نکالے جائیں اور نیز.... جیسے مسیح ابن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا۔ اسی کام کے لئے یہ عاجز مامور ہے۔ تا غافلوں کے سمجھانے کے لئے قرآن شریف کی اصل تعلیم پیش کی جائے۔" (ازالہ اوہام حصّہ اوّل)

نظافت

مکرم چودھری عبدالغنی صاحب بی۔اے لائلپور

؎ جسم کو مل مل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں ٭ دل کو جو دھوئے وہی ہے پاک نزدِ کردگار
؎ کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے ٭ کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے (درثمین)

نظافت کا لفظ صفائی اور پاکیزگی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ظاہری صفائی اور پاکیزگی اور نظافت کا انسان کی اندرونی صفائی اور پاکیزگی کے علاوہ اخلاق اور عادات پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے جہاں باطنی صفائی پر زور دیا ہے وہاں ظاہری صفائی کی بھی بے حد تاکید ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے کئی مقام پر صفائی کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ سورۃ الحج میں فرماتا ہے۔

وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَائِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ٥ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ٥ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ ٥ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ٥ (آیت ۲۷ تا ۳۰)

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی جگہ پر رہائش کا موقعہ دیا اور کہا کہ کسی چیز کو ہمارا شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں کے لئے اور رکوع کرنے والوں کے لئے اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر۔ اور تمام لوگوں میں اعلان کر دے کہ وہ حج کی نیت سے تیرے پاس آیا کریں۔ پیدل بھی اور ہر ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی وجہ سے دبلی ہو گئی ہو۔ ایسی سواریاں دور دور سے گہرے راستوں پر سے ہوتی ہوئی آئیں گی۔

تاکہ وہ (یعنی آنے والے) ان منافع کو دیکھیں جو ان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور کچھ مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کو ان نعمتوں کی وجہ سے یاد کریں جو ہم نے ان کو دی ہیں یعنی بڑے جانوروں کی قسم سے (جیسے گائے اونٹ وغیرہ) پس چاہیئے کہ وہ ان کے گوشت کھائیں اور تکلیف میں پڑے ہوئے اور نادار کو کھلائیں۔ پھر اپنی میل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

ان آیات سے مترشح ہوتا ہے کہ انسان کو ظاہری صفائی ملحوظ رکھنی چاہیئے جس میں اس کا لباس، جسم حتیٰ کہ رہائش بھی شامل ہے۔

سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

اے بارانی کوٹ پہن کر کھڑے ہونے والے کھڑا ہوجا اور دور دور جا کے لوگوں کو ہوشیار کر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے پاس رہنے والے لوگوں کو پاک کر اور میل کچیل کو دور کردے

کون انکار کر سکتا ہے کہ نبی اور اللہ تعالیٰ کے مرسل یوم ازل سے ہی ہر لحاظ سے پاک اور مطہر ہوتے ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد سے صفائی کی اہمیت بہت واضح ہوجاتی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے فریضہ تبلیغ ادا کرنے، اللہ تعالیٰ کی حمد، عبادات اور بڑائی بیان کرنے کا حکم فرمایا، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو پاک اور صاف کر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عبادات بجالانے کے لئے کپڑوں اور جسم کی صفائی بہت ضروری اور لازمی ہے۔

پھر سورۃ البقرہ آیت ۲۲۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صفائی کا خیال رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے اور انہیں چاہتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے ان ارشادات کی بجا آوری میں نہ صرف اپنے آپ کو نہایت پاک اور صاف رکھا بلکہ آپ پاک اور صاف لوگوں کے سردار کہلائے۔ آپ نے متعدد ہدایات ظاہری صفائی۔ غسل۔ طہارت۔ کپڑوں اور دانتوں اور جسم کی صفائی کے بارہ میں امت محمدیہ کو دیں اور یہ ہدایات انسانی صحت کے لئے از بس ضروری اور نہایت مفید ہیں۔

حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ وَّ يُحِبُّ النَّظَافَةَ (کشف الغمہ)

اللہ تعالےٰ خود بے حد پاک اور لطیف ہے اور نظافت اور صفائی کو پسند فرماتا ہے۔

اب صفائی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے

صفائی ایمان کا حصہ ہے:۔ حضرت ابو موسےٰ اشعری رض بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا طہارت اور پاکیزگی اختیار کرنا اور صاف ستھرا رہنا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

ایک اور حدیث میں فرمایا۔ اَلنَّظَافَةُ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ نظافت ایمان کا حصہ ہے۔

دانتوں کی صفائی:۔ مسواک کے بارہ میں حضور علیہ السلام کے فرمودات بہت تاکیدی ہیں۔ حضرت عائشہ رض بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالےٰ کی رضا کا موجب ہے۔

اَلسِّوَاكُ مُطَهِّرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ

حضرت انس رض بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کی مَیں تمہیں بہت زیادہ تاکید کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ یعنی اگر میری امت کے لئے گراں اور اس کے لئے مشکل کا باعث نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر نماز سے پہلے مسواک کر لیا کریں۔ حضرت حذیفہ رض بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھتے تو مسواک سے اپنا منہ صاف کرتے

دانتوں کی صفائی پر موجودہ تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ حضور کے یہ ارشادات کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔

وضو کی اہمیت وافادیت:۔ حضرت عثمان بن عفان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے قصور اس کے جسم سے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے اندر سے بھی نکل جاتے ہیں؛

حضرت ابوذر رض بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان اور مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا منہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کی وہ تمام بدیاں دھل جاتی ہیں جن کا ارتکاب اس کی آنکھوں نے کیا ہو۔ پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کی وہ تمام غلطیاں دھل جاتی ہیں جو اس کے دونوں ہاتھوں نے کی ہوں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر نکلتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کی وہ تمام غلطیاں پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ دھل جاتی ہیں جس کا اس کے پاؤں نے ارتکاب کیا ہو۔ یہاں تک کہ وہ تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر نکلتا ہے۔

ان احادیث سے وضو کی اہمیت اور افادیت واضح ہو جاتی ہے اور یہ کہ وضو کو تمام شرائط کے ساتھ کرنے سے کیا کچھ نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

غسل کا طریق:۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز نہانا ہر بالغ مسلمان کے لئے واجب ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب نہاتے تو پہلے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوتے پھر استنجا کرتے۔ پھر وضو کرتے۔ اس کے بعد کچھ پانی سر پر ڈالتے اور اپنی انگلیاں بالوں میں پھیرتے تاکہ ان کی جڑیں بھیگ جائیں۔

حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور خوشبو کا اس کثرت سے استعمال کرتے کہ آپ کا پسینہ بھی خوشبو سے معطر ہوتا۔

بالوں کی درستی:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جو پراگندہ بال اور پراگندہ حالت تھا مسجد میں فرمایا اِنَّھَا شَیْطَانَہٗ (یعنی یہ شیطانی حالت ہے) فرمایا غسل کرو بالوں کو تیل لگاؤ۔ چنانچہ یہ صحابی پھر دن میں دو دو بار تیل لگاتے اور کنگھی کرتے۔

آج کل بھی بالوں کو پراگندہ رکھنا۔ بے جا بڑھانا اور مناسب وقفہ کے بعد نہ کٹوانا، سر کو تیل نہ لگانا ایک فیشن بنتا جا رہا ہے۔ نوجوانوں میں یہ مرض چھوت کی طرح دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ لیکن شائستہ معاشرہ میں اس کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تائید حضور کے متذکرہ قول سے بھی ہوتی ہے۔ ہم اپنے نوجوانوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس غلط طرز سے متاثر نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ اکثر لوگ بالوں کی اس پریشان حالی کو ذہنی سے منسوب کرتے ہیں۔

مساجد کی صفائی:۔ مسجد کی صفائی کے بارہ میں حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں اس لئے نہیں کہ ان میں پیشاب کیا جائے یا کوئی گند وغیرہ پھینکا جائے۔ یعنی مسجدوں کو ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف رکھا جائے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے ذکر اور قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے تعمیر کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوذر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے اچھے اور برے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے۔ تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کا عمل بھی پایا اور ان کے برے اعمال میں مسجد یا پبلک جگہ میں ناک صاف کرنے اور اس پر مٹی ڈال کر نہ چھپانے کا عمل بھی نظر آیا۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا پانچ باتیں فطرت سے ہیں۔ اوّل، ختنہ کرانا۔ دوم، زیرناف بال لینا۔ سوم، ناخنوں کا کٹوانا۔ چہارم، بغلوں کے بال صاف کرنا اور پنجم مونچھوں اور لبوں

کو ترشوانا۔

ان سب باتوں پر عمل کرنے سے ظاہری صفائی کی تکمیل ہوتی ہے اور ان پر عمل نہ کرنے سے کئی قسم کی بیماریاں گندگیاں اور نجاستیں جنم لیتی ہیں۔ حضور علیہ السلام ظاہری صفائی پر بے حد زور دیتے رہے۔ کیونکہ صاف ستھری بود و باش سے نہ صرف انسانی صحت پر ہی اچھا اثر پڑتا ہے بلکہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کا بھی ظاہری صفائی سے گہرا تعلق ہے۔ طبعاً انسان غلیظ شخص سے نفرت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اور اس کے برعکس صاف ستھرے انسان کی طرف رغبت کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ارشاداتِ خداوندی پر عمل کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

صفائی خدا تعالیٰ کو محبوب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی خدا توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اور ان کو دوست رکھتا ہے جو جسمانی طہارت کے پابند رہتے ہیں۔ سو تواّبین کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی ترغیب دی ...... غرض بموجب وعدہ الٰہی کے محبّت کے لفظ میں سے ایک خفیف اور ادنیٰ سے حصّہ کا وارث وہ دشمن بھی اپنی دنیا کی زندگی میں ہو جاتا ہے جو ظاہری پاکیزگی کے لئے کوشش کرتا ہے جیسا کہ تجربہ کی رُو سے یہ مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدروؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور اپنے کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں پس گویا وہ اس طرح یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کے وعدہ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں کرتے۔ آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آپکڑتی ہیں۔"

(ایّام الصلح ص۹۹)

اسلامی معاشرہ میں
میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ بقرہ سورہ نساء اور سورۃ الطلاق اور بعض دوسری سورتوں میں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ میاں بیوی کے حقوق و فرائض کو بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑی تفصیلی ہدایات سے امت کو نوازا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلامی معاشرہ میں نکاح اور شادی کا مقصد کیا ہے اگر مقصد واضح ہو اور وہ ہر وقت مدنظر رہے تو پھر میاں بیوی کو اس بات کی فکر رہے گی کہ اس مقصد کو جو اللہ تعالیٰ نے اس مقدس تعلق کے لئے مقرر فرمایا ہے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ
جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم)

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شادی اور نکاح کا مقصد سکون و راحت اور مودّت و رحمت قرار دیا ہے پھر نکاح اور شادی کو اللہ تعالیٰ نے پاک دامنی اور حفاظت عصمت کا بھی ذریعہ قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ)

اسی مقصد کے پیش نظر اس نے غیر مذاہب کی عورتوں سے شادیاں ناپسند کی ہیں کہ وہاں حقیقی مودت و راحت اور تسکین دیگر میسر بوجہ اختلاف مزاج و رائے اختلاف عقیدہ اور اختلاف نظریات حاصل نہیں ہوتی۔ دوسری بات جو اس تعلق میں بیان کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اصولی اور کلی طور پر اسلامی معاشرہ میں میاں بیوی کے حقوق و فرائض ایک جیسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۃ بقرہ)

جس طرح عورتوں پر کچھ فرض ہیں ویسے ہی عورتوں کو کچھ حقوق بھی حاصل ہیں ہاں مردوں کو ان پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں عام قانون بتایا کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق و فرائض بحیثیت انسان ہونے کے برابر ہیں جس طرح عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اسی طرح مردوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں اور اس بارے میں بے اعتنائی اختیار نہ کریں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کے بارے میں بہت تفصیل سے ہدایات دی ہیں۔ جیسے مرد اس بات کا خواہشمند ہے کہ اس کے جذبات و احساسات کا احترام کیا جائے ویسے ہی عورت بھی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے جذبات و احساسات کا احترام کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَخَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

اللہ تعالےٰ نے ایک کو دوسرے کا لباس قرار دے کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے ہمیشہ لباس کا کام دیں۔ یعنی ایک دوسرے کے عیب چھپائیں اور کمزوریوں کو ڈھانپیں۔ ایک دوسرے کے لئے زینت کا موجب بنیں۔ پھر جس طرح لباس گرمی اور سردی کے اثر سے انسانی جسم کو محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی دکھ سکھ کی گھڑیوں میں ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کے کام آئیں اور پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کی دل جمعی اور سکون کا باعث بنیں۔

اصولی اور عملی طور پر میاں بیوی کے حقوق و فرائض کی یکسانیت کا ذکر کر کے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حقوق کے لحاظ سے میاں بیوی میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ انتظامی لحاظ سے میاں کو بیوی پر ایک حق فوقیت دیا گیا ہے کیونکہ میاں بیوی نے مل جل کر رہنا ہوتا ہے اور نظام اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک ایک کو فوقیت نہ دی جائے۔ اس لئے یہ فوقیت مرد کو دی جاتی ہے۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ کہہ کر خدا تعالےٰ نے مردوں کو توجہ دلائی ہے کہ اس فوقیت کا یہ مطلب نہیں کہ تم کسی قسم کی زیادتی یا ظلم کرنے لگ جاؤ۔

سب سے پہلی بات جو عورت کے فرائض میں شامل ہے وہ یہ ہے کہ وہ صالحہ ہو۔ اپنے رویہ کو خاوند کے ساتھ درست رکھے۔ صالح عورت وہ ہے جو خاندان کے استحکام بچوں کی اچھی تربیت اور گھریلو زندگی کے جملہ امور کا مناسب رنگ میں خیال رکھے۔ اور خاوند کے مزاج کو مدِنظر رکھ کر گھر کے امور کو انجام دے۔ اگر بیوی خدا کا حکم سمجھ کر اپنے رویہ کو درست رکھے گی تو اس کا ہر عمل خدا کی نظر میں عبادت ہوگا اور وہ آخرت میں اجرِ عظیم کی مستحق ہوگی۔ دوسری بات جو عورت کے فرائض میں شامل ہے وہ یہ ہے کہ وہ قانتہ ہو۔ عورت اگر خوش دلی سے اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی رہے گی تو جہاں گھر کا نظام بہتر رنگ میں قائم رہے گا اور امن و سکون اس گھر کا امتیازی نشان ہوگا وہاں عورت کے لئے بھی مرد کے دل میں خاص احترام ہوگا۔ بہت سی عورتیں ہیں جو خاوند کے احترام و اکرام اور فرمانبرداری سے کتراتی ہیں اور اپنی من مانی کرتی ہیں حالانکہ بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبردار رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے"۔

اس عام حکم فرمانبرداری میں صرف ایک استثناء ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر عورت سے اس کا خاوند اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کا مطالبہ کرے تو وہ اس حکم کو ماننے سے انکار کر سکتی ہے۔ اس کے سوا باقی تمام صورتوں میں خاوند کی اطاعت عورت کا فرض ہے۔ اگر نہ کرے گی تو نافرمان ہوگی۔ اور خاوند کو وہ تمام اختیارات استعمال کرنے کا حق ہوگا جن کا حق اللہ تعالیٰ نے خاوند کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جن عورتوں کے متعلق تمہیں علم ہو کہ وہ نافرمانی کرتی ہیں۔ اول تو تم انہیں بہت اچھے پیرایہ میں نصیحت کرو۔ اگر پھر بھی نہ رکیں۔ تو بستر میں ان سے علیحدگی اختیار کرو۔ اس سے بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کو مارو لیکن اگر وہ فرمانبرداری کریں تو پھر ان پر سختی کرنے کا کوئی حیلہ تلاش نہ کرو۔

ایک حدیث میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی نیکی آسمان کی طرف جاتی ہے۔ اول بھگا ہوا غلام جب تک وہ اپنے مالکوں کے پاس واپس نہ آجائے۔ دوسرے وہ عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو۔ تیسرے نشہ کا عادی جب تک کہ وہ نشہ کے استعمال سے توبہ نہ کرے۔

تیسری بات جو عورت کے فرائض پر شامل ہے وہ یہ ہے کہ

حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ

یعنی عورت کا فرض ہے کہ وہ ہر اس چیز کی حفاظت کرے جو خاوند کی ہو اور اس کی غیر موجودگی میں بطور امانت اس کے پاس ہو۔ اس میں نسب کی حفاظت، عصمت و آبرو کی حفاظت۔ اس کے رازوں کی حفاظت اور اس کے مال کی حفاظت شامل ہے۔ عورتوں کے لئے ایک دوسرا ضروری فرض اور ذمہ واری اللہ تعالیٰ نے یہ قرار دی ہے کہ

وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ

گویا عورت کا اصل دائرۂ عمل اس کا گھر ہے۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"عورت قابل پردہ ہے۔ جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے قریب آجاتا ہے اور جب گھر میں ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے قریب رہتی ہے۔ بغیر ضرورت گھر سے باہر نکلنا اور رہنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کا گھر سے نکلنا بالکل منع ہے۔ ضرورت کے وقت عورت گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ حاجتوں کے لئے باہر جاؤ۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم سے صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ اگر انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہ ہوتی تو غض بصر کے حکم کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خود آپ کی بیویاں اور آپ کی بیٹیاں باہر نکلتی تھیں۔ جنگوں پر جانا۔ کھیتوں وغیرہ پر کام کرنے کے لئے جانا۔ حاجات بشریہ پورا کرنے کے لئے جانا۔ علم سیکھنے اور سکھانے کے لئے جانا یہ نہایت ہی کثرت سے ثابت ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ زندگی میں عورت کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ خود اپنی روزی کمانے کے لئے سوچے اور دفتروں اور فیکٹریوں میں ملازمتیں کرتی پھرے۔ اس کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَی الۡمَوۡلُوۡدِ لَہٗ رِزۡقُہُنَّ وَکِسۡوَتُہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

عورت کی ہر قسم کی ضروریات اس کے خاوند کے ذمہ ہے جو بچوں کا باپ ہے۔ اگر وہ اپنی روزی کمانے کے فکر میں ہی لگی رہے تو گھریلو فرائض کون ادا کرے گا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کس طرح ہوگی۔ دیگر خانگی فرائض کس طرح انجام پائیں گے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ضروری فریضہ عورتوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ وقار سے

رہیں۔ وقار سے زندگی بسر کریں۔ گھر کے وقار کو قائم رکھیں اور خاوند کے وقار اور عزت و آبرو پر کسی قسم کا دھبہ نہ آنے دیں۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ جب عورت اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں وقار کے ساتھ اپنے گھر میں رہنا اپنا اہم فرض خیال کرے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنا جھگڑنا لعن طعن کرنا خاوند کی بات بات پر ناشکری کرنا یہ سب باتیں وقار کے خلاف ہیں۔ اس بات میں عورتوں کو فکرمندی کے ساتھ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے موقعہ پر جاتے ہوئے عورتوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے انہیں کہا کہ اے عورتو! صدقہ کرو۔ کیونکہ میں دوزخ میں عورتوں کی کثرت دیکھتا ہوں۔ عورتوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے آپ نے فرمایا کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو۔ خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔

ایک اور بات عورت کے فرائض میں ہے اور وہ بھی بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت اس بات کی کوشش کرے کہ میاں بیوی کا جو مقدس رشتہ خدا تعالیٰ کے نام سے جوڑا گیا ہے اسے صبر و تحمل سے نبھانے کی کوشش کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو مومنوں کی اجتماعی ذمہ داری بھی قرار دی ہے کہ حتی الوسع کوشش کریں کہ تعلقات قائم رہیں اور ٹوٹنے نہ پائیں۔

عورت کے ان موٹے موٹے فرائض کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کے حقوق کی ادائیگی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی خاوند کے آرام و احترام اور جذبات کا خیال رکھے۔ خاوند کی عزت کی حفاظت کرے۔ خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔ خاوند کی اولاد کی تربیت اور نگہداشت کرے۔ خاوند کے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کرے کہ گویا اپنے ہی رشتہ دار ہیں۔ خاوند کے سوا کسی پر اپنی زینت ظاہر نہ کرے۔ خاوند کے کھانے پینے اور لباس کا خیال رکھے خاوند کی صحت کا خیال رکھے خاوند اگر کسی گھریلو یا باہر کے معاملہ میں مشورہ کرے تو خالص نیک نیتی سے مشورہ دے۔ خاوند سے ایسے تقاضے نہ کرے جو اس کی طاقت اور استطاعت سے زیادہ ہوں ہر دکھ سکھ کی گھڑی میں خاوند کا ساتھ دے اور اس کے لئے دل جمعی کا باعث ہو۔ ہر کام میں خاوند کے وقار کو ملحوظ خاطر رکھے۔ صلح و آشتی کا رویہ ہر حالت میں قائم رکھے۔ (باقی)

(مرسلہ مجلس انصار اللہ لائل پور شہر)

حقیقی راحت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"مومن کو حقیقی راحت اور آسائش کے لئے رو بخدا ہونا چاہیئے۔ جو مومن آسائش کی زندگی چاہتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کریں اور اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۳۲۷)

مرکزی سالانہ اجتماع

مورخہ ۱۷-۱۸-۱۹ نبوت / نومبر بروز جمعہ ہفتہ اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا

مجلس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے ۱۷ ویں مرکزی سالانہ اجتماع ۱۷-۱۸-۱۹ نبوت $\frac{\text{۱۳۵۱ ہش}}{\text{۱۹۷۲ء}}$ بروز جمعہ ، ہفتہ ، اتوار کی تاریخیں منظور فرمائی ہیں۔ اراکین انصار اللہ سے درخواست ہے کہ وہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری شروع فرمادیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

حُبّ الوطنی کا تقاضا

اپنے وطن عزیز پاکستان کو مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر پاکستانی خدمت اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو جائے۔ اس اہم کام کو جلد از جلد مکمل کرنا مجلس انصار اللہ کے ہر رکن کا فرض ہے۔

(قیادت اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا:۔

"ضرورت اس بات کی ہے کہ انصار اللہ خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کریں تا کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آ جائے۔ اور وہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کام کرنے والی جماعت ہے۔"

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ)

انصار اللہ۔ خدا تعالےٰ کے دین کی نصرت کرنیوالے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اسلام تو ضرور پھیلے گا اور وہ غالب آئے گا کیونکہ خدا تعالےٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے مگر مبارک ہوں گے وہ لوگ جو اس کی اشاعت میں حصہ لیں گے۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے جو اس نے تمہیں موقعہ دیا ہے۔

انصار اللہ کے معنے ہیں خدا تعالےٰ کے دین کی نصرت کرنے والے۔ لہٰذا ہمارے انصار بھائیوں کو چاہیئے کہ اسلام کو کل ادیان پر غالب کرنے کے لئے تحریک جدید کے مالی جہاد کو مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ تا اللہ تعالےٰ سے اس کے فضلوں اور احسانات کے وارث ٹھہریں۔"

(قائد تحریک جدید مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

قرآن حقیقی برکات کا سر چشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے

اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں تو کسقدر تعجب اور افسوس کی بات ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''میں اس وقت دوسرے لوگوں کو جو مسلمان نہیں ھیں الگ رکھ کر صرف ان لوگوں کے متعلق کچھ کہوں گا جو مسلمان ھیں اور انہیں سے خطاب کروں گا

یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ھے ۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ھے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے ۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ھے جس کو اس پر اعتقاد نہیں اور وہ اس کو خداتعالی کا کلام ھی نہیں سمجھتے ۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ھوئے ھیں ۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ھیں کہ یہ خدا تعالی کا کلام ھے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ھے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ھے ان میں سے بہت سے ایسے ھیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ھی نہیں ۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالی کے کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ھیں ان کی ایسی مثال ھے کہ ایک شخص کو معلوم ھے کہ فلاں چشمہ نہایت ھی مصفا ادر شیریں اور خنک ھے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ھے ۔ یہ علم اس کو یقینی ھے ، لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ھونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ھونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ھے . . . . مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ھی ھو رھی ھے ۔ وہ جانتے ھیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ھے جس پر　　کو عمل کرنا چاھیئے مگر نہیں اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی''

(ملفوظات جلد ھفتم صفحہ ۱۸۱ ، ۱۸۲)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا